ماہ مئی ۱۹۱۸ء

ونیشنل اسٹیبلشمنٹ سالانہ مینیجنگ برنگ دانہ از قیمت ہر دو ماہ ایک روپیہ

کیمیائے قدیم و جدید

طب یونانی و ویدک صنعت و حرفت و دیگر

علوم قدیمہ پر علمی و عملی روشنی ڈالنے والا رسالہ

عدد ۲

ڈائری

مفتاح الاسرار

.......ری ابوالاقبال حکیم محمد بخش صاحب کے ...ہوتا ہے

قابل توجہ قواعد و ضوابط

۱۔ خط و کتابت میں نمبر خریداری اور پتہ خوشخط۔ جواب کو ٹکٹ یا جوابی کارڈ آنا چاہیے۔ ورنہ عدم جواب کی شکایت معاف۔

۲۔ رسالہ نہ پہنچنے کی اطلاع دفتر میں ...تاریخ تک آنی چاہیے۔ ورنہ رسالہ بیرنگ وی پی ہوگا۔

۳۔ خط کی تعمیل میں دیر ہو۔ تو ہفتہ کے بعد ضرور یاددہانی کیجئے۔

۴۔ رسالہ کی خریداری خواہ کسی وقت سے ہو۔ مگر شروع سال سے حساب ہوگا۔ البتہ سال کے پرچے سب مہیا کئے جائینگے۔

اسلامیہ سٹیم پریس رتی گیٹ لاہور میں باہتمام منشی مظفر الدین صاحب مینیجر طبع کرا کے شائع ہوا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمُ

ایک نہایت اہم مراسلات

معدن صدق و صفا و منبع بحر عطا دام لُطفہ

تسلیم۔ مرسلہ پوسٹ کارڈ موصول ہو کر منکشف حالات ہُوا۔ حسب الارشاد وہی مضمون مکرر ارسال خدمت ہے۔ چونکہ مضمون مذکور کی نقل نہیں رکھ لی گئی تھی۔ لہٰذا مجھ کو دوبارہ لکھنا پڑا۔ یہ تو فرصت کا کام ہے اور جیسا کہ میں عدیم الفرصت ہوں وہ آپ پر روشن ہے۔ مگر آپ کی خاطر میں نے اس مضمون کو مکرر لکھنے کی زحمت برداشت کی۔

جناب من رسالہ جات مفتاح الاسرار کے مطالعہ سے جو کچھ کیفیت مجھ پر گذری اُس کا کچھ حال گوش گذار کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس کے مطالعہ سے دیگر احباب بھی مستفیض ہوں۔

قیام رسالہ مفتاح الاسرار کے بعد ہی میں اس کا خریدار ہو گیا اور ہر ماہ کے رسالہ کا انتظار ایسی بیتابی اور بے صبری کیا کرتا تھا۔ کہ الامکان الامان۔ جب رسالہ وصول ہوتا تھا۔ تو سب سے پہلے میں مجرب اور مصدری نسخہ جات دیکھ لیتا تھا اور باقی مضامین کو محض لغو اور بیکار سمجھ کر یا تو پڑھتا ہی نہ تھا یا اگر کبھی پڑھ لیا۔ تو سرسری طور پر اور وہ بھی بالکل بے اعتنائی سے مگر ہر ایک رسالہ کو البتہ جمع کر کے رکھ لیتا تھا۔ کہ داشتہ آید بکار چنانچہ میرے پاس رسالہ جات مفتاح الاسرار من ابتدائے جون ۱۹۲۱ء لغایت دسمبر ۱۹۲۵ء بنڈلوں میں بندھے ہوئے رکھے تھے۔ جو میری لاپرواہی کی وجہ سے بالکل گرد آلود ہو گئے تھے۔ اکثر خیال ان رسالہ جات کو فروخت کر دینے کا ہوتا تھا۔ مگر اس خیال سے کہ داشتہ آید بکار اگرچہ بود سرمار ان کو فروخت نہیں کیا۔ ایک دن اُن گرد آلود گٹھوں پر میری نظر پڑی اور دل میں خیال آیا۔ کہ ان پرچوں کو ایک نظر از ابتدا تا انتہا دیکھ تو لو کہ شاید ان میں کوئی کام کی بات نکل آئے۔ یہ خیال آتے ہی میں نے تمام پرچوں کو از ابتدا تا انتہا دیکھنا شروع کیا۔ پہلے مطالعہ میں اتنی بات مجھ کو محسوس ہوئی۔ کہ جس مضمون کو میں پہلے محض لغو و بیکار سمجھ کر بے اعتنائی سے اُس کو پڑھتا نہ تھا یا اُس کا مطالعہ سرسری طور سے کرتا تھا فی الواقعی وہی مضمون مفید اور کار آمد ہے اور جن مجرب اور مصدری نسخہ جات کو بہت شوق سے اُن کو مفید سمجھ کر دیکھتا تھا بمقابلہ دیگر مضامین کے ہیچ اور پوچ ہیں پھر تو میں نے دوبارہ ان تمام پرچوں کا مطالعہ کیا مگر اس مرتبہ ذرا دماغ پر بار ڈال کر۔ دوسری مرتبہ کے مطالعہ سے مجھ کو معلوم ہُوا۔ تمام مفتاح الاسرار کے رسالوں میں اگر کوئی مضمون ایسا ہے جس میں انکشاف سر ربوبیت کا کیا گیا ہے وہ صرف چند اصحاب کے مضامین ہیں یعنی :۔

(۱) جملہ مضامین عالی جناب مولوی ابراہیم علی خان صاحب زوحی نے خصوصاً اُن کا مضمون کیمیا دی دنیا میں کایا پلٹ واللہ

(۲) جملہ تراجم و حقائق ایران عالی جناب غلام حسین صاحب کستوری کے اور نیز اُن کے جملہ مجربات

(۳) جملہ مضامین اور اڈیٹوریل نوٹس عالی جناب حکیم مولوی محمد بخش صاحب کے اور خصوصاً ذہب مجمر کا بیان +

(۴) جملہ مضامین عالی جناب مصطفی صاحب +

(۵) ایک مضمون متعلق الکیمیا نوشتہ عالیجناب حکیم مولوی محمد صالح صاحب عدنی +

جب مجھ کو ان اصحاب کے مضامین کار آمد اور مفید معلوم ہوئے۔ تو میں نے سہ بارہ انہی مضامین کا مطالعہ کیا مگر اس مرتبہ بغور کامل +

اس مرتبہ جیسے جیسے میں ہر ایک مضمون کا مطالعہ بغور کامل کرتا تھا ویسے ویسے مجھ پر علم صناعت الٰہیہ کے اسرار اور نکات ظاہر ہوتے جاتے تھے۔ خصوصاً علامہ روحی صاحب کے جملہ مضامین بڑے معرکہ کے ہیں۔ (یہاں اُن کے مولفہ کتب مخزن الکیمیا وغیرہ خارج از بیان ہیں) مگر اُن کا مضمون کیمیا کی دُنیا میں کایا پلٹ والا اور اُس میں خصوصاً بزرالمعادن والا مضمون سب سے بڑھ چڑھ کر ہے۔ جب میں نے یہ مضمون پڑھا۔ اور اس پر غور کیا مجھ پر ایک عجیب کیفیت طاری ہوئی اور فوراً میرے دل میں سے یہ دعا نکلی کہ اے باری تعالےٰ تو ایسے نیک نفس اور علامہ دہر کے عمر و اقبال میں ترقی دے اور اُن سے کسی قسم کا باز پرس نہ فرما اور اُن کو دین و دنیا دو نو جگہ خوش و خورم رکھ آمین +

یہ اُن کے بست سالہ شبانہ روز کی محنت اور علم و عمل کا صدقہ ہے کہ ہم کو بزرالمعادن جیسے ادق اور مشکل مسئلہ سے آگاہی ہوئی اور یہ مفتاح اکسیراہی کا طفیل ہے۔ کہ اُس کے وسیلہ سے ان سے نکات اور اسرار ہم تک پہنچے۔ ورنہ یہی مضامین تو خود صاحب موصوف کی تالیف کردہ کسی کتاب میں نہیں ہیں۔ میرے خیال میں اگر کوئی صاحب فہم اور عقل سلیم رکھنے والا شخص اُن کے مولفہ و مصنفہ جملہ کتب کیمیائی کا مطالعہ کرے اور اُن کے نکات کو سمجھ لے تو تعجب نہیں کہ حجر مکرم اور اُس کے بنانے کی ترکیب بھی معلوم ہو جائیگی +

البتہ جب مجھ کو اس فن شریف کا شوق ہوا تھا۔ تو اُس وقت یکا یک خیال میرے ذہن نشین ہو گیا کہ قبل اس کے کہ ہم سونا چاندی بنائیں یا بنانے کی کوشش کریں۔ ہم کو لازم ہے کہ ہم بزرالمعادن سے واقف ہوں۔ یعنی یہ معلوم کریں کہ سونا چاندی وغیرہ اپنے اپنے معادن میں کس طرح پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ جب تک ہم یہ نہ معلوم کریں کہ زمین کے اندر سونا چاندی کس طرح پیدا ہوتے ہیں یا بنتے ہیں۔ ہم اپنے ہاتھ یہی چیزیں بنانے پر کیونکر قادر ہو سکینگے۔ اسی خیال کی وجہ سے میں نے متعدد کتب انگریزی ( ) کے یعنی علم طبقات الارض کی ورق گردانی کی مگر کسی کتاب میں بھی بزرالمعادن کا پتہ نہ لگا۔ گو اُن کے مطالعہ سے میرے معلومات میں بہت کچھ اضافہ ہو گیا۔ مگر گوہر مقصود ہاتھ نہ لگا۔ جس کی وجہ سے میری جستجو اور تلاش برابر جاری رہی۔ جب میں نے علامہ روحی صاحب کا مضمون بزرالمعادن والا بغور کامل مطالعہ کیا دل کو تسکین ہوئی اور فوراً یہ شعر زبان پر آیا شعر

آب در کوزہ و من تشنہ دہاں میگردم
یار در خانہ و من گرد جہاں میگردم

ساتھ ہی اس کے میں ضرور کہونگا۔ کہ بزرالمعادن کے معنی اور اُس کا اصل مفہوم ...

ایک دو مرتبہ کے پڑھنے سے سرسری سمجھ میں نہیں آیا۔ بلکہ اس کا مطالعہ مجھ ایسے کم لیاقت اور غبی کو متعدد مرتبہ کرنا پڑا۔ جب کہیں جاکر سمجھ میں آیا جو باعث اطمینان قلب ہُوا۔ کیونکہ یہ مضمون اس قدر ادق اور پیچیدہ ہے کہ (اور اگر انصاف اور مصلحتاً پوچھا جائے تو ایسا مضمون مرموز اور طلسمی ہونا چاہئیے ورنہ نا اہل کے معلوم ہونے پر بہت بڑی خرابی کا باعث ہوگا) ایک دو مرتبہ کے پڑھ لینے سے سمجھ میں نہیں آسکتا۔ ہاں استاد اور بتلا دینا ضرور ہے۔ . . . . بلکہ ایک نزر المعادن کے معنی اور اس کا اصل مفہوم مجھ کو کئی سال کی لگاتار محنت اور کوشش کے بعد معلوم ہوا اور وہ بھی جناب مولوی محمد ابراہیم علیخان صاحب ایسے نیک نفس اور شفیق اور ہمدرد بنی نوع انسان کے کمال شفقت اور مہربانی کی وجہ سے اور نیز مفتاح الاسرار ایسے رسالہ کے وسیلہ سے۔ ماسوا اس کے آنجناب جس قدر مضامین مفتاح الاسرار میں طبع ہوتے ہیں۔ اُن سب میں تھوڑا بہت انکشاف اسرار الٰہی کا ہُوا ہے۔ مگر آفرین و مرحبا کہ بہت ہی عمدہ پیرایہ میں ہُوا ہے ۔

علیٰ ھذا القیاس علامہ سکندری صاحب کا ترجمہ وفائق المیزان کا اور درمیان میں اُن کا حاشیہ اور نیز اُن کے جملہ مجربات اس قابل نہیں کہ ہر ایک مبتدی اور شائق فن ہذا کے لئے از بس ضروری نیز جناب حکیم محمد بخش صاحب کے جملہ مضامین کیمیائی اور خصوصاً اُن کا وہ مضمون جو انہوں نے ذہب قمر کے عنوان سے لکھا ہے ایسا ہے جو سونے پر سہاگہ کا کام دے رہا ہے ۔

اِس کے بعد لطفی صاحب کے مضامین اور اُن کے تجربات خصوصاً اُن کی بحث جس میں انہوں نے علامہ روحی صاحب کو مخاطب کرکے یہ بتلایا ہے۔ میزانی نسخہ جات کا مال خلاصی ہوتا ہے۔ اور اس کا جواب جو علامہ رُوحی صاحب کی جانب سے دیا گیا ہے۔ اور جس میں یہ ثابت کیا گیا ہے۔ کہ بغیر اکسیر کے یا بورق مخصوصہ کے میزانی مال کبھی خلاصی نہیں ہوتا انشاء اللہ جس کے اخیر میں صاحب ممدوح نے یہ لکھا ہے۔ کہ ایسی بیہودہ گوئی یا خامہ فرسائی سے خاموشی بہتر ہے اور جس پر کچھ عرصہ بعد بالراست نہیں بلکہ بالواسطہ اعتراض بھی کیا ہے ۔

اس کے بعد حکیم محمد صالح مدنی کا مضمون جو انہوں نے بہ عنوان "الکیمیا" لکھا ہے۔ یہ بالکل صحیح اور قابل تعریف ہے۔ یہ مضمون بھی علامہ روحی صاحب کے مضمون سے بالکل ملتا ہے سچ پوچھو تو مفتاح الاسرار کا کوئی صفحہ بیکار نہیں ہے۔ مگر ایسے مضامین جن میں افشائے سر الوہیت کا کیا گیا ہے۔ اور جس کے لئے عجب نہیں کہ اُس سے مواخذہ کیا جائے مندرجہ صدر اصحاب کے مضامین ہیں۔ مگر چونکہ یہ جملہ مضامین ایسے عمدہ پیرایہ میں لکھے گئے ہیں۔ کہ پہلے تو اس کو بہت کم لوگ سمجھ سکینگے اور پھر ان میں بہت کم ہونگے جو بعد سمجھنے کے اخیر عمل پیرا ہونگے اور ان میں بھی بہت کم ہونگے جو کسی عمل کو کرتے ہی کامیاب ہو جائینگے جس وجہ سے ان میں سے اکثر پست ہمت ہو کر عمل ترک کر دینگے پھر آخر الذکر لوگوں میں بھی بہت کم ہونگے جو باوجود ناکامی کے عمل کو مکرر سہ کرر کرکے کامیاب ہونگے۔ پس ایسی صورت میں جو ہمارا خیال ہے مواخذہ کے متعلق ہے وہ صرف گمان ہی گمان ہے۔ بریں ہمہ میں یہ ضرور کہونگا کہ بعض اسرار کا انکشاف مفتاح نے بہت بیجا کا نہ طریق پر کیا ہے آئندہ اُس کو چاہئے کہ اپنی حد مقررہ سے تجاوز نہ کرے ۔

خیر یہ تو ہُوا مگر مجھ کو حین مطالعہ جو جو باتیں معلوم ہوں اُن کا ذکر کرنا نہایت ضرور ہے۔ دوران مطالعہ میں مجھ کو معلوم ہُوا کہ بعض جُہلا نے علی جناب علامہ رُوحی صاحب پر ناحق ناروا اعتراض کئے ہیں۔ یہ صرف اُن کی جہالت اور ناوانستگی کا نتیجہ ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جاہل لوگ جو الماس یعنی ہیرے کو تمیز نہیں کر سکتے اور اُس کو مثل دیگر معمولی پتھر کے سمجھتے ہیں اور اُن کی ناقدری کرتے ہیں۔ لیکن جب اُن کو معلوم ہو جاتا ہے۔ کہ یہی پتھر جس کو وہ معمولی پتھر سمجھے ہوئے تھے فی الواقعی الماس ہے۔ تو اپنی سمجھ پر پشیمان ہوتے ہیں اور اپنا سر اُسی ہر پتھر سے بالآخر دے مارتے ہیں۔ بعینہٖ یہی مثال اُن جہلا کی ہے۔ کہ جنہوں نے یہ باعث اپنی جہالت اور ناوانستگی کے ایسے گوہر بے بہا کی کچھ بھی قدر نہیں کی۔ جب اُن کو آئندہ معلوم ہو جائیگا۔ کہ یہ کس پایہ کے اور کیسے نیک نفس بزرگ ہیں۔ تو یہی جہلا جو آج اُن کو لعنت ملامت کرتے ہیں کل انہی بزرگ کی جان کے ساتھ اور فدائی ہو جائینگے۔ اور اُن کے خاک پا کو اکسیر عین سمجھنے لگینگے۔

ہاں ایک اور بات یاد آئی وہ یہ ہے۔ کہ دوران مطالعہ میں میری نظر سے ایک صاحب کا مراسلہ گذرا جنہوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ جملہ اصطلاحات علم صناعت الہیہ کے مترادف الفاظ اور معانی ٹھیٹھ بھاشا یا اردو زبان میں لکھے جائیں تاکہ عوام الناس اس سے واقف ہو جائیں اور پھر لکھا ہے۔ کہ اگر ایسا نہ کیا جائے۔ تو میں انجمن کی اپنی شرکت سے دست بردار ہو جائیگا یہ لکھ کر زبان فارسی میں لکھا ہے۔ کہ مارا چہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد و خر رفت۔ اس کے علاوہ اس کے علاوہ اور بھی چند اشعار فارسی کے لکھ کے زبان فارسی کی ٹانگ توڑی ہے۔ اُن کو فارسی اشعار لکھتے وقت یہ خیال نہیں رہا کہ میں نے ہی قبل ازیں یہ تحریک پیش کی ہے کہ جملہ اصطلاحات کو صاف اور سہل اُردو الفاظ میں لکھا جائے۔ تاکہ ہر شخص باسانی سمجھ سکے اور میں ہی خود فارسی اشعار لکھ رہا ہوں جو بجز فارسی دان یا فارسی خواں کے کسی دوسرے کی سمجھ میں نہیں آئیگا۔ مقام حیرت ہے۔ کہ ایسے لائق فاضل اور انگریزی دان اور بی۔ اے پاس شدہ شخص ایسی مہمل اور لغو تحریک پیش کرے۔ کیا اُن کو نہیں معلوم اور کیا وہ نہیں جانتے کہ کسی علم کے واضع نے جو اصطلاحات ابتداً وضع فرما دیئے اور انہی اصطلاحات کا استعمال زیادہ تر موزون اور مناسب ہے کیونکہ اگر مترادف الفاظ یا ہم معنی الفاظ استعمال کئے جائینگے۔ تو علاوہ غیر موزون اور نامناسب ہونے کے اصل مقصود ذہنی اور معنی اُس کے برآمد نہ ہو سکینگے۔ یہ تو ہر ایک علم کے اصطلاحات کے متعلق ہے یہ علم تو علم اسرار و غوامض کہلاتا ہے۔ جس کے اصطلاحات بھی مرموز اور طلسمی ہوتے ہوں مگر یہ مفتاح الاسرار ہی کا جھگڑا ہے۔ کہ وہ اپنے نام نہ وہ رسالہ کی تائید کے لئے اور راج کے لئے بہت سے اسرار الٰہی کا انکشاف کر دیا اور ہر ایک اصلاح کو سمجھانے کے لئے بال کی کھال کھینچی ہے۔ اس کے علاوہ جو معانی صرف ایک لفظ مثلاً اجلہ مندرہ یا پتال جنتر یا تمسیخ و تحلیل اخرہ سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اس کے سمجھانے کے لئے کئی سطر خراب کرنا پڑیگا۔ میرے خیال میں اب جو راستہ کہ مفتاح الاسرار چل رہا ہے۔ اور جس طریقہ سے کہ وہ ہر ایک اصطلاح اور عمل کو سمجھاتا ہے۔ وہ کافی ہے۔ اس سے تجاوز کرنا لغتی و مردود ہونے کی علامت ہے۔

ترجمہ دقائق المیزان کا سلسلہ جو رسالہ مفتاح میں طبع ہوتا تھا وہ ایسا عمدہ سلسلہ مبتدی اور منتہی دونو کے لیئے تھا۔ کہ وہ ہرگز اس قابل نہ تھا۔ کہ اُس کا سلسلہ منقطع کیا جائے۔ گو یہ کسی قدر دق ضرور تھا۔ مگر ذرا دماغ پر بار ڈال کر اُس کے نکات کو سمجھ لینے سے کامیابی یقینی تھی مگر مجہول اور نازک دماغ اور جلد باز لوگوں کی عجلت سے فوراً ایسے عمدہ ترجمہ کے سلسلہ کو موقوف کر کے اُس معاوضہ میں قاضی عبد الجبار ہمدانی کی تصانیف کے ترجمہ کی تحریک پیش کر دی گئی۔ جس کی وجہ سے اُس ترجمہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ اور ساتھ اُس کے قاضی صاحب کی کتاب کا ترجمہ بھی شروع نہیں ہوا ؎

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم نہ اِدھر کے رہے نہ اُدھر کے رہے

اگر ترجمہ دقائق المیزان کا سلسلہ جاری رہتا۔ تو گو اب تک یقیناً اُن نازک دماغ اور جلد باز لوگوں کو نہیں تو کم از کم ایسے لوگوں کو جو اُس کے نکات کو سمجھ سکتے تھے کامیابی تو ہو جاتی میرے خیال میں ایسی عمدہ کتاب کا ترجمہ ضرور تکمیل کو پہنچانا چاہیئے ورنہ مثل مشہور ہی ہے۔ جو کام ادھورا کیا جاتا ہے وہ کبھی تکمیل کو نہیں پہنچتا ٭

کتاب نافع المبتدی بھی بہت عمدہ کتاب ہے۔ مبتدی اور منتہی دونو کے لیئے اور ہر ایک شائق علم صناعت الہیہ کے لیئے تو ناگزیر ہے۔ مناسب ہے یہ کتاب مفتاح الاسرار سے نقل کروا کر فروخت کی جائے ٭

آخر میں اتنا ضرور کہونگا۔ کہ ہر ایسے شخص کے لیئے جو سچے دل سے علم صناعت الہی کا شائق ہے (یہاں ہوس تو بوالہوس ہے جو ہمارا مخاطب نہیں ہے) اُس پر لازم ہے کہ پہلے اس علم سے اور اُس کے اصول سے کماحقہ واقف ہونا چاہیئے۔ جب تک کہ وہ بنیادی علوم سے واقف نہ ہوگا اور اُس کو نہ سمجھیگا۔ سونا چاندی تو درکنار غالباً کشتہ بھی عمدہ تیار نہیں کر سکیگا۔ اور نیز اعمال کیمیا میں حل و عقد اسرار عظیمہ سے ہیں اور ہر ایک حکیم کا یہی مقولہ ہے کہ جو ان اسرار عظیمہ سے واقف ہو گیا یا سمجھ گیا اُس کے لیئے کیمیا کا بنانا آسان ہو گیا ٭

ناظرین مفتاح الاسرار کو اس عظیم الشان رسالہ کی قدر و منزلت معلوم ہو گئی ہوگی۔ ایسے عمدہ رسالہ کی تائید ہر طرح سے دل سے ہم کو کرنا چاہیئے۔ اور اُس کو ہمیشہ کے لیئے جاری رکھنے کی کوشش اور سعی بلیغ کرنی چاہیئے۔ کیونکہ جو بات اس رسالہ میں ہے نہ تو ایلر کوٹلہ کے رسالہ الکیمیا میں تھی اور نہ جونپور کے کیمیکل سوسائٹی کے جاری کردہ کتب میں فقط والسلام ٭

یکے از خریدار مفتاح الاسرار

مس لاطل کے متعلق میرے تجربات

قلعی کی سیاہی کو دور کرنے کے متعلق میں نے بہت سی سر دردی کی ہے۔ اور اپنے خیال میں کامیابی بھی حاصل کی ہے۔ تین سالوں کے متواتر تجربات کو اگر میں مسلسل طور پر لکھوں تو ایک ضخیم کتاب چاہیئے۔ لیکن ناظرین مفتاح الاسرار کی خاطر میں مختصر طور پر اپنی سرگذشت بیان کرتا ہوں

اس کام کو شروع کرنے سے پیشتر میں نے یہ ضروری سمجھا۔ کہ تانبہ کو پگھلانے کا تمام سامان مکمل ہو جاوے۔ میں نے دھونکنی سے تانبہ کو پانی بنانے کی بہتیری کوشش کی۔ لیکن نا تجربہ کاری کے باعث میں کامیاب نہ ہو سکا۔ آخر کو میں نے ایک لائق مستری سے لوہے کی چرخی تیار کروائی۔ جو بنانے والے کے خیال کے مطابق لوہے کو پانی بنا سکتی تھی۔ شروع شروع میں ایک دو دو دفعہ میں اس سے بھی کامیاب نہ ہو سکا۔ اور بالآخر عملی تعلیم کے واسطے امرتسر گیا۔ جہاں پر سیروں تانبہ ایک ایک دفعہ پگھلایا جاتا ہے۔ میں نے معلوم کیا۔ کہ نقص چرخی ہی کا ہے۔ اور میرے جیسی چرخی سیروں تانبہ پگھلا سکتی ہے۔

خیر۔ بہت سی مایوسیوں کے بعد آخر کو میں تانبہ کو پانی بنانے میں کامیاب ہو گیا۔ تانبہ کا کام شروع کرنے والوں کو میں یہ مشورہ ضرور دونگا۔ کہ جب تک وہ موزوں چرخی بھٹی اور ولایتی کٹھالیوں کا انتظام نہ کر لیں۔ اس کام کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ورنہ ایک دو دفعہ کی ناکامیابیوں کا ان کے دل پر ایسا بُرا اثر ہوگا۔ کہ آئندہ کو وہ کسی تجربہ کو تکمیل تک نہ پہنچا سکینگے۔ تانبہ کو پانی بنانے کے واسطے ہمیشہ ولایتی کٹھالیاں ہی استعمال کرنی چاہئیں اور آگ چیل کے کوئلوں کی چاہئے۔ چیل کے کوئلوں میں چنگاڑا نہیں ہوتا۔ خاک نہیں ہوتی۔ اور یہ کوئلے ایک سُم تاؤ دیتے ہیں۔ جس سے تانبہ کی سی سخت دھات پانی بن جاتی ہے۔ کیکر وغیرہ کے کوئلے ویسا تاؤ نہیں دیتے۔ اور چنگاڑیاں بہت چھوڑتے ہیں اور ان کی خاک بھی بہت بنتی ہے۔

۱۔ سب سے پہلے میں نے علامہ غلام حسنین صاحب کنتوری کا نسخہ آزمایا۔ جو کہ میرے خیال میں نہایت آسان نسخہ تھا۔ یعنی ایک چھٹانک تانبہ کو آگ پر پانی کر کے اس میں ایک ایک تولہ بھر اسرب ڈالتا گیا۔ جو کہ بھٹی کی تیز آنچ میں جلد ہی جل جاتا۔ اس طرح سے ۲ چھٹانک اسرب کو جلایا۔ اور آخر پر دیکھا کہ نہ تو تانبہ صاف ہی ہؤا ہے۔ اور نہ اُس کی روسیاہی گئی ہے۔ یہ میری پہلی ناکامیابی تھی۔ اس نسخہ کو میں نے صرف ایک بار ہی کیا۔ کیونکہ غور کرنے پر مجھے یہ نسخہ ناقص معلوم ہؤا۔

۲۔ اس کے بعد میں نے علامہ صاحب کا دوسرا نسخہ اس طرح پر آزمایا:۔ کہ تانبہ کا برادہ لے۔ اس کو تیز تیزاب شورہ میں آہستہ آہستہ حل کیا۔ اور پھر اس سبز محلول کو کانچ کی قرع انبیق میں مقطر کیا۔ اور تہ نشین کو نکال کر جو کہ کاپر نائٹریٹ (COPER NITRATE) تھا اس میں ہموزن نمک ملا کر خوب کھرل کیا۔ اور اس کو مٹی کی گھریہ میں ڈال کر آگ میں رکھا دیر سے آگ کو پکڑ کر آنچ اتنی تیز کر دی۔ کہ گھریہ دم کے دم میں سفید ہو گئی۔ اور ایک ...سی شئے گھریہ میں باقی رہ گئی۔ یہ ایک قسم کا تانبہ کا کشتہ تھا جس کو انگریزی اصطلاح میں کیوپرک اوکسایڈ (CUPRIC OXIDE) کہتے ہیں۔ اور جو قریبًا اسی طرح تیار کیا جاتا ہے۔

اس کشتہ کو پانی میں دھو دھو کر نمک کی شدت کو دور کیا۔ اور ازاں بعد پھر تیزاب ... میں حل کر کے مذکورہ عمل کو شروع کیا۔ اور گو ہدایت تو صرف سات دفعہ ایسا عمل

…نے کی تھی۔ لیکن میں نے سات دفعہ عمل کرنے کے بعد آخری کشتہ کے دو حصے کر لئے اور ایک حصہ پر مزید سات دفعہ یہی عمل کیا۔ اور آخیر پر علیحدہ علیحدہ ہر دو کشتوں کو ماء الحیات دے کر زندہ کیا۔ تو معلوم ہُوا کہ تانبہ صاف تو بیشک ہو گیا ہے۔ لیکن روسیاہی ویسی کی ویسی موجود ہے ✦

یہ نسخہ میرے دلپسند تھا۔ اور اُس کو میں نے پانچ دفعہ تیار کیا جس عرصہ میں تین عدد کانچ کی قرع زنبیق ہائے شکستہ ہوئیں۔ لیکن ہر دفعہ ناکامیابی کا منہ دیکھ کر بھی میں نے اس نسخہ کو نہ چھوڑا۔ اور جب ہر دفعہ ایک سیاہی نتیجہ نکلا۔ تو اس نسخہ کو بھی غلط قرار دیکر چھوڑ دیا ✦

۳۔ اب میں نے اُس مشہور نسخہ کو لیا۔ جس کو عوام نے درست تسلیم کیا ہُوا ہے یعنی تانبہ کو گندھک سے کشتہ کیا۔ زاں بعد ماء الحیات دے کر اُسے زندہ کیا۔ اُس کو پھر گندھک سے کشتہ کیا۔ اور پھر زندہ کیا۔ یہی عمل چودہ مرتبہ تک کرنے سے تانبے کی سیاہی دور ہو جانی تسلیم کی گئی ہے۔ لیکن میں نے اس عمل کو ۲۵ دفعہ تک کیا جس سے تانبہ صاف ضرور ہو گیا۔ لیکن روسیاہی پہلے کی مانند رہی ✦

تانبے کو گندھک سے جب کشتہ کیا جاتا ہے۔ تو یہ ایک سیاہ رنگ کی شئے بن جاتی ہے جسے انگریزی اصطلاح میں کاپر سلفائڈ (COPPER SULFOIDE) یعنی تانبے کا گندھکی کشتہ کہتے ہیں۔ اس کو اگر تیز آنچ دی جائے۔ تو تمام گندھک جل جاتی ہے۔ اور سرخ رنگ کا کشتہ باقی رہ جاتا ہے جسے انگریزی اصطلاح میں کیوپرس اوکسائڈ (CUPROUS OXIDE) کہتے ہیں۔ اس طرح کشتے اور تیزاب شورہ کے عمل سے تیار شدہ سیاہ کشتے میں یہ فرق ہے۔ کہ سرخ کشتے کے ایک ذرے میں دو حصے تانبہ اور ایک حصہ آکسیجن ہوتی ہے۔ لیکن سیاہ کشتہ کے ایک ذرے میں دو حصے تانبہ اور ایک حصہ آکسیجن ہوتی ہے۔ لیکن سیاہ کشتہ کے ایک ذرے میں ایک حصہ تانبہ اور ایک حصہ آکسیجن ہوتی ہے۔ علامہ کنتوری صاحب جس کو تانبہ کو حملان میں استعمال کرتے ہیں۔ وہ یہی سرخ کشتہ ہوتا ہے۔ اور علامہ صاحب کی ہدایات پر عمل کرنے سے بہت دقت سے تیار ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہی بنا بنایا کشتہ انگریزی دوائی فروشوں کے ہاں سے لے کر کام چلایا جائے۔ تو عمل میں کوئی فرق نہیں آتا۔ میں نے دیکھا کہ دونو طرح سے یکساں قسم کا حملان تیار ہوتا ہے۔ ایسے سرخ کشتہ کو انگریزی اصطلاح میں کاپر ریڈ اوکسائڈ۔ کیوپرس اوکسائڈ۔ اور کاپر سب اوکسائڈ ناموں سے پکارتے ہیں۔
(COPPER REDOXIDE, CUPROUS OXIDE, COPPER SUB OXIDE,)

اس نسخہ کے تجربوں میں میرا بہت سا وقت صرف ہُوا۔ اور مجھ پر ثابت ہو گیا۔ کہ اگر گندھکی کشتہ اور سرخ کشتہ کو ملا کر تیز آنچ دی جائے۔ تو تانبہ خود بخود ہی زندہ ہو جاتا ہے۔ یہ بات دریافت ہونے پر میں نے اس نسخہ کا تجربہ بہت جلدی ختم کر لیا۔

تجربے سے ثابت ہوگیا۔ کہ پہلی دفعہ کشتہ تانبہ کو زندہ کرنے سے تانبہ جتنا صاف ہوجاتا ہے۔ آخیر تک عمل کرنے سے بھی تانبہ کی صفائی اتنی ہی رہتی ہے۔ اور ۵۰ ہر دفعہ کشتہ زندہ کا عمل کرنے پر بھی تانبہ کی صفائی اتنی ہی تھی۔ جتنی کہ صرف ایک دفعہ کشتہ زندہ کا عمل کرنے سے حاصل ہوئی تھی۔

اس صاف شدہ تانبہ کو اگر آگ پر پانی کیا جائے۔ تو اس میں سے زنگاری تو نہیں نکلتی بلکہ سرخ لو نکلتی ہے۔ اور جب اس کو گندھک سے کشتہ کیا جائے۔ تو جب تک آنچ دینے پر گندھک تمام کی تمام جل نہ جائے۔ اس کشتہ میں سے زنگاری لو نکلتی رہتی ہے۔ لیکن جب تمام گندھک جل جاتی ہے۔ تو زنگاری نکلنا بند ہوجاتی ہے۔ اور کشتہ کا رنگ سیاہی کی بجائے سرخ ہوجاتا ہے۔ اس نسخہ کے تجربے سے مجھ پر ثابت ہوگیا۔ کہ اگر کسی طرح سے تانبہ کو خالص کرلیا جائے اور اس میں سے تمام ملاوٹوں کو نکال دیا جائے۔ تو تانبہ کو آگ پر پانی کرنے سے اس میں سے زنگاری لو کی بجائے سرخ لو نکلیگی۔ اس بات کو میں نے اپنی پہلی کامیابی سمجھا۔ اور مجھے کچھ خوشی محسوس ہوئی۔ کہ گو میں ابھی تک تانبے کی سیاہی دور کرنے میں کامیاب نہیں ہوا۔ لیکن تانبے کی زنگاری لو کو دور کرنے میں تو کامیاب ہوگیا ہوں۔

۲۔ اب میں نے ایک اور عمل کا تجربہ شروع کیا۔ جس کو تمام حکماء نے درست تسلیم کیا ہوا ہے یعنی تانبے کا گندھک سے کشتہ کیا۔ اور تیز آنچ پر گندھک کو جلا کر تانبے کا سرخ کشتہ بنایا۔ پھر اس کشتہ کو سرکہ میں پکانا شروع کیا۔ اور جوں جوں سرکہ کا رنگ بدلتا گیا۔ نیا سرکہ ڈال دیا جاتا رہا۔ خیال یہ تھا۔ کہ جب سرکے کا رنگ تبدیل نہ ہوگا۔ تو اس کشتہ کو زندہ کرنے پر اس تانبہ پر سیاہی نہ آئیگی۔ لیکن میری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی۔ جب کئی روز کے بعد میں نے دیکھا کہ تمام کا تمام کشتہ سرکہ میں حل ہوچکا ہے۔ اور چینی کی پیالی میں اب کشتہ کا نام و نشان بھی باقی نہیں رہا۔

میں نے اس عمل کو تین مرتبہ کیا۔ لیکن ہر دفعہ ایک سا ہی نتیجہ نکلا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ بیشک یہی نتیجہ نکلنا چاہئے تھا۔ تانبہ سرکے میں حل ہوجاتا ہے۔ اور اگر اس محلول کو آگ پر خشک کیا جائے تو کاپر ایسی ٹیٹ (COPPER ACETATA) باقی رہ جاتا ہے۔ میں حیران تھا۔ کہ حکماء نے اس عمل کو کیوں مستند عمل قرار دیا جبکہ یہ ناممکن بات ہے۔ کہ سرکہ میں جوش دیتے رہنے سے تانبے کا کوئی جزو سرکہ میں حل نہ ہو۔ (حکماء نے جو عمل مستند لکھا ہے۔ وہ زنگار جیہ بنانے کا ہے جس رنگین سرکہ کو آپ پھینکتے رہے۔ اس کو جمع کرتے جاتے اور بعد میں اس میں سے زنگار جدا کرلیتے تو یہ زنگار لطیف ہوجاتا۔

یہاں پر میں ایک ایسے ہی دیگر تجربے کا ذکر کرتا ہوں :۔

میں نے صاف تانبے کے سرخ کشتہ میں شنگرف قائم کیا۔ اور پھر اس کو کوٹ کر کے لیموں کے رس میں صاف کرنے لگا۔ یہ آ چیلو دو ہفتے تک نہایت احتیاط سے لیمپ کی آگ پر یہ عمل کرتا رہا۔ اور جب لیموں کے رس کا رنگ تبدیل ہوتا گیا۔ اس رس کو بدل کر نیا رس ڈال دیتا رہا۔ لیکن دو ہفتے گذر جانے پر بھی کچھ معلوم نہ ہوسکا۔ کہ شنگرف صاف ہوئی ہے یا کہ نہیں۔ کیونکہ جب تک لیموں کا رس سفید نہ رہے۔ شنگرف کا صاف ہونا کیسے تسلیم کیا جائے۔ میں نے شنگرف کے ذرہ ذرہ سے ٹکڑوں کو دیکھا۔ تو وہ پہلے کی مانند ہی سخت تھے۔ مجھے خیال گذرا۔ کہ لیموں کا

رس شنگرف کے ان ٹکڑوں کی بیرونی سطح پر ہی عمل کر رہا ہے۔ اور ابھی رس کا اثر شنگرف کے ٹکڑوں کے اندر نہیں پہنچ رہا۔ اگر شنگرف کی سیاہی دور ہونے کا یہی عالم رہا۔ تو قیامت تک شنگرف کی سیاہی دور نہ ہوگی۔ میں نے چینی کی نئی پیالی میں لیموں کا رس ڈلوا کر لیمپ کی آنچ پر رکھا۔ تو آخر کو اس کا رنگ بھی تبدیل ہوگیا۔ اس سے مجھ پر ثابت ہوگیا۔ کہ اگر میں قیامت تک بھی اس عمل کو کرتا جاؤں تو لیموں کے رس کا رنگ تبدیل ہوتا جائیگا۔ یہ اس قدر سیاہی تانبہ کے جرم شامل بہ شنگرف ہونے سے ہوا ورنہ سادہ شنگرف پر بقیہ کا عمل کرنے سے صرف چند دن سیاہی برآمد ہوتی ہے۔

شنگرف کو تانبہ کے کشتہ سے قائم کرنے میں احتیاط چاہیئے۔ کہ تانبہ کا جرم شنگرف میں شامل نہ ہو چنانچہ حلوے نے شنگرف کو پہلے سفیدی میں چند مرتبہ غوطہ دیکر خشک کر لینا اس لئے مقرر کیا ہے۔ سکرٹری

۵۔ آخر کو میں نے تانبے کا وہ عمل کیا جس کو مولوی حسین الدین نے اپنا مجرب بیان کیا ہے۔ یعنی تانبہ کو آگ پر پانی کرکے اس میں لاکھ اور دودھ کی چٹکیاں دی گئیں۔ اگر کبھی صاحب نے یہ عمل کیا ہوگا۔ تو اسے خوب یاد ہوگا۔ کہ یہ عمل کتنا مشکل ہے۔ میں نے چٹکیاں دینے کے واسطے ایک لائق مستری سے ایک خاص آہنی آلہ تیار کروایا۔ جس میں ماشہ بھر دوائی سما سکتی۔ اور اس کی دو ٹانگیں جلنے سے کٹھالی میں اس کا منہ کھل جاتا۔ اور دوائی پانی شدہ تانبے پر گرتی۔

گو تانبہ کو کشتہ زندہ کرنے کا عمل بھی کوئی آسان عمل نہیں۔ لیکن لاکھ دودھ کی چٹکیوں کا عمل اس سے بدرجہا مشکل ہے۔ کیونکہ اس کو متواتر کرنا پڑتا ہے۔ اور تانبہ کو گھنٹوں تک پانی کی طرح پگھلائے رکھنا پڑتا ہے۔ لیکن میں نے اس عمل کو پوری احتیاط سے کیا۔ اور باوجود مشکلات کے اس عمل کو آخیر تک کیا۔ مجھے اس عمل پر بڑا وثوق تھا۔ کیونکہ مولوی حسین الدین نے اس کو اپنا تجربہ شدہ عمل لکھا تھا۔ لیکن میری حیرانگی کی کوئی حد نہ رہی۔ جب آخیر پر میں نے دیکھا۔ کہ تانبہ کی سیاہی دور نہیں ہوئی۔ میں نے دو دفعہ اس عمل کو کیا۔ لیکن دونوں دفعہ سیاہی کو موجود پایا۔ دل کو تسلی دینے کے واسطے تو سمجھ لیا۔ کہ بیشک یہی نسخہ لاطائل ہے۔ کیونکہ تمام بازاری تانبہ کی نسبت اس پر کم سیاہی آتی ہے۔ لیکن موجودہ واقفیت کی بناء پر میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ یہ عمل بھی ناقص عمل ہے۔ اور تقریباً تمام اعمال سے زیادہ مشکل۔

مذکورہ بالا اعمال میں سے جن اعمال کو کسی صاحب نے خود کیا ہوگا۔ وہ خوب جانتے ہونگے کہ ان تجربات پر مجھ کو کتنی محنت کرنی پڑی ہوگی۔ اتنا کچھ کرکے کتابی نسخوں پر سے میرا اعتبار جاتا رہا۔ اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ کتابوں میں جو نسخے لکھے ہیں۔ وہ خود کردہ نہیں۔ بلکہ اکثر شنیدہ نسخے ہوتے ہیں۔ اتفاق سے اگر کوئی درست نکل آئے۔ تو بیشک نکل آئے لیکن عام طور پر غلط ثابت ہوتے ہیں۔ تانبہ کے متعلق میں نے بیسیوں چھوٹے چھوٹے عمل کئے ہونگے۔ لیکن کسی سے میری تسلی نہ ہوئی۔ چند ایک مشہور کتابی نسخے بھی آزمائے۔ جن کا ذکر میں نے مصلحتاً چھوڑ دیا ہے۔ لیکن کسی طرح سے اپنی مدعا کو نہ پہنچا۔ یہ تجربات قریباً ایک سال تک کئے ہونگے۔ اور اتنے عرصہ تک کسی نتیجہ پر نہ پہنچکر جتنی مایوسی ہو

سکتی ہے۔ اس کا اندازہ صرف وہی صاحب نکال سکتے ہیں۔ جنہوں نے کسی عمل کو بڑی مشکل سے کیا ہو۔ اور باوجود پورا پورا یقین ہونے کے آخیر پر وہ عمل غلط ثابت ہوا ہو۔

مشرقی کتابوں کی مدد کو خیرباد کہہ کر پھر میں نے مغربی کیمسٹری کی مدد لی۔ اور معلوم کیا۔ کہ جس وقت پگھلا ہوا تانبہ سرد ہونے لگتا ہے۔ تو آکسیجن گیس کا اثر نہ ہو۔ تو سیاہی نہیں دوڑتی۔ چنانچہ اگر پگھلے ہوئے تانبہ کو ذرا سا سرد ہونے پر جبکہ وہ سرخ ہی ہو۔ پانی میں ڈال دیا جائے۔ تو اس پر سیاہی نہیں دوڑتی۔ کیونکہ اس پر آکسیجن گیس کا اثر نہیں ہوتا۔

اس سے پہلے میں یہ سمجھے بیٹھا تھا کہ مس لاظل کا عمل شاید کتابی عمل ہی ہوگا۔ اور حقیقت میں شاید کوئی بات نہ ہوگی۔ لیکن مذکورہ بالا اصول کے معلوم ہونے پر مجھ کو یقین ہوگیا۔ کہ مس لاظل ہوسکنا ممکنات سے ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ عمل کہیں سے مل سکے یا نہ مل سکے۔

تانبہ کے متعلق ایک نئی کتاب جو ۱۹۱۵ء میں امریکہ میں چھپی تھی۔ میری نظر سے گذری۔ تو میری واقفیت میں بہت کچھ اضافہ ہوگیا۔ اس کتاب میں تانبہ کے متعلق سب کچھ بتایا گیا تھا۔ مجھے یہ معلوم کرکے بڑی حیرت ہوئی۔ کہ بازاری تانبہ میں اکیس مختلف دھاتوں کی آمیزش ہوتی ہے۔ قدیم کتب میں بھی یہ مذکور ہے کہ جب تک اور جب تک ان دھاتوں سے تانبہ کو خالص نہ کرلیا جائے۔ تانبہ کے اصلی جوہر معلوم نہیں ہوسکتے۔ ایک دوسری تصنیف متعلق معدنیات سے معلوم ہوا۔ کہ تانبہ کو اگر ہر قسم کی آمیزش سے صاف کرنا ہو۔ تو برقی بجلی سے یہ کام نہایت آسانی سے کیا جاسکتا ہے اور امریکہ میں جتنا تانبہ صاف کیا جاسکتا ہے۔ وہ بجلی کے عمل سے ہی صاف کیا جاتا ہے۔ ایسے صاف شدہ تانبے کو اگر آگ پر پانی کیا جائے۔ تو اس میں سے سرخ لو نکلتی ہے۔

بجلی کا تمام مکمل سامان میرے پاس پہلے سے موجود تھا۔ اس لئے میں نے تجربہ کے طور پر دو چھٹانک صاف تانبہ تیار کیا۔ اور جب اس کو آگ پر پانی کیا۔ تو اس میں سے زنگاری رنگ کی بجائے سرخ لو نکلی۔ لیکن سرد ہونے پر اس پر سیاہی آگئی۔ خیر میں نے تجربات کیواسطے پانچ سیر پختہ صاف تانبہ تیار کرلیا۔ اور تانبہ کی سیاہی دور کرنے کی تدابیر سوچنے لگا۔

مجھے کچھ اب یاد نہیں۔ کہ میں نے معدنیات کی کس کتاب میں اس اشارہ کو دیکھا تھا کہ اگر پھٹکری کا کچھ حصہ تانبہ میں شامل کر دیا جائے۔ تو وہ حصہ آکسیجن گیس کو جذب کر لیتا ہے۔ اس سے مجھے خیال گذرا۔ کہ شاید پھٹکری سے ہی تانبہ پر سیاہی نہ دوڑے میں نے اپنے صاف کئے ہوئے تانبہ کو پھٹکری کے پانی میں کئی دفعہ بجھا دینے اور آخیر پر گندھک سے کشتہ کرکے اس کشتہ کے ہموزن پھٹکری ملا دی۔ اور خوب کھرل

کرکے بطریق معروف اس کشتہ کو زندہ کیا۔ تو کیا دیکھتا ہوں۔ کہ تانبہ پر پہلے کی نسبت بہت کم سیاہی آئی ہے۔ اس سے مجھے یقین ہوگیا۔ کہ میری مشکل کو صرف پھٹکری ہی حل کریگی۔ میں نے پھٹکری اور تانبہ کے متعلق مختلف تجربات کئے۔ لیکن کسی نتیجہ پہ نہ پہنچ سکا۔ آخر انگریزی کیمسٹری کی مدد سے میں نے پھٹکڑی کا جوہر تیار کیا۔ اور اس کی مدد سے تانبہ کو لاظل کرنے میں کامیابی حاصل کی۔ میں نے پانچ سات دفعہ ایسا تانبہ تیار کیا ہوگا۔ جس پہ سیاہی نہیں دوڑتی تھی۔ کہ ماہ اگست یا ستمبر ۱۹۱۶ء کے رسالہ الحکیم میں ایک استفسار نکلا۔ کہ کوئی صاحب تانبہ کو لاظل کرنے کی مفصل ترکیب لکھیں۔ میں نے ماہ اکتوبر کے رسالہ الحکیم میں جوہر پھٹکڑی کی مدد سے تانبہ کو لاظل کرنے کی ترکیب لکھ بھیجی۔ اور احتیاط کے خیال سے بیس تولے تانبہ کو لاظل کرکے رکھ لیا۔

میرا خیال درست نکلا۔ اور اس پرچہ کے باہر جاتے ہی مس لاظل کے نمونوں کی مانگ شروع ہوگئی۔ پھر کوئی لمبی لمبی داستان سناتا تھا۔ اور لکھتا تھا۔ کہ ماشہ بھر مس لاظل کا نمونہ بھیج دیا جائے۔ اس کو دیکھ کر پھر بہت سا تانبہ تیار کرلونگا۔ اور چند تولے آپ کے پاس بھیجونگا۔ اسی طرح نمونوں میں میرا بیس تولہ مس لاظل ختم ہوگیا۔ لیکن جہاں تک میں اندازہ لگا سکا ہوں۔ کسی ایک شخص نے بھی میرے نسخہ کو کرکے نہ دیکھا۔ اور اپنے ہاتھ سے تانبہ کو لاظل نہ کیا۔ جس سے میرے پرانے خیالات کی تصدیق ہوگئی۔ کہ یہ ہوس لوگ پرلے درجہ کے کاہل اور بے ہمت آدمی ہیں۔ جو ہاتھ سے کچھ نہیں کرنا چاہتے جن کو ہزاروں نسخے زبانی یاد ہیں۔ لیکن ہاتھ سے ایک آدھ نسخہ کو بھی انہوں نے نہیں کیا۔ اور سب سے بڑھ کر یہ تمام ہوسی علم کیمیا سے محض ناواقف ہیں۔ میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں۔ کہ نسخوں کے تجربات میں مغربی کیمسٹری کی مدد ایک لائق استاد کے برابر ہوتی ہے۔

(باقی آئندہ)